Vol.7 No.3 2023

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

فلسفہ اخلاق: اصول و دائرۂ کار

ETHICAL PHILOSOPHY: FUNDAMENTALS AND FRAMEWORK

Dr. Noureen Khokhar
Associate Professor Urdu, Forman Christian Collage University, Lahore.
noureenkhokhar@fccollege.edu.pk
Dr. Ateeq Anwar
Assistant Professor Urdu, Forman Christian Collage University, Lahore.
ateeqanwar@fccollege.edu.pk
Dr. Tahir Shaheer
Assistant Professor Urdu, Forman Christian Collage University, Lahore
mohammadtahir@fccollege.edu.pk

Abstract:

This article provides an exploration of the philosophy of Ethics, encompassing its diverse aspects. Ethics, as discussed here, is depicted as the pursuit of collective progress, emphasizing that morality extends beyond a dichotomy of good and evil to become a practical manifestation of goodness. The narrative underscores Ethics as a guiding principle instructing individuals on how to embody principles and consistently set and pursue goals. The essay emphasizes that to attain morality, conducive conditions tailored to humanity's needs must be established. It posits that Ethics has been intrinsic to human existence since the beginning, and the philosophical framework of Ethics serves as a compass, steering individuals in the right direction. In essence, the article underscores the foundational role of Ethics in shaping human conduct and guiding moral choices.

Keywords: Philosophy of Ethics, Goodness, Evil, Society, Social Life, Ethics, Ethical Responsibilities, Awareness, Consciousness, Social Conditions

کلیدی الفاظ: فلسفہ اخلاق، خیر، شر، معاشرہ، اجتماعی زندگی، اخلاقیات، اخلاقی ذمہ داریاں، آگاہی، شعور، معاشرتی حالات، سربست

تعارف:

حیاتِ انسانی میں علم اخلاق انسان کو اچھے برے کی تمیز سکھاتا ہے، خیر اور شر صائب اور غیر صائب کا فرق واضح کرتا ہے۔ اخلاقیات سے کیا مراد ہے؟ یا فلسفہ اخلاق کسے کہتے ہیں۔ اس کی اہمیت انسانی زندگی میں کیا ہے؟ اس کو جاننے کے لیے ہم سب سے پہلے "فلسفہ اخلاق" کے معانی کو دیکھتے ہیں کہ فلسفہ اخلاق کیا ہے۔ امولیہ رنجن مہاپتر فلسفہ کے معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

> "لفظ (Philosophy) (فلسفہ) یونانی الفاظ "Philos" یعنی محبت اور "Sophia" یعنی دانش سے ماخوذ ہے۔ لہٰذا اس کے مطلب محبت سے بنا۔"(1)

ڈاکٹر ابصار احمد اپنے مضمون فلسفہ کیا ہے میں فلسفہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

"فلاسفی یونانی لفظ سوفیا سے بنا ہے جس کا عام طور پر ترجمہ حکمت یادانائی کیا گیا ہے اور مرکب لفظ فلوسوفیا جس سے فلاسفی رائج العام ہوا ہے کا مفہوم حکمت یادانائی سے رغبت یا محبت(Love of Wisdom) سے زیادہ وسیع ہے اس کی اطلاق پر اس مضمون یا عمل پر ہوتا ہے جس میں ذہانت استعمال کی گئی ہو۔خواہ وہ عملی معاملات ہوں میکانکی علوم ہوں یا عام تجارتی مصروفیات"(2)

مولف کنزالاعمال نے اخلاق کی تعریف یوں بیان کی ہے کہ "و نفی بالاخلاق ماموس اعمال القلوب" یعنی اخلاق سے ہماری مراد اعمال دل ہیں۔"(3)

لفظا" خلاق "اپنے اندر بے پناہ وسعت رکھتا ہے مثلا، فرہنگ آصفیہ کے مطابق:

"اخلاق ع،اسم مذکر۔ خلق کی جمع۔1۔عادتیں، خصلتیں؛2۔خوش خوئی، ملنساری، کشادہ پیشانی سے ملنا، خاطر مدارت، آؤ بھگت؛3۔وہ علم جس میں معادو معاش، تہذیب، نفس، سیاست و مدن وغیرہ کی بحث ہو۔" (4)

امیر لغات کے مطابق:

"اخلاق۔ مذکر۔ خلق کی جمع۔امیر الغات کے مطابق اردو میں بیشتر واحد بولا جاتا ہے۔1۔ خصائل و عادات؛2۔انسانیت، ملنساری، مروت آؤ بھگت؛ 3۔وہ علم جس میں تہذیب نفس اور معادو معاش وغیرہ سے بحث ہو۔" (5)

لغات نظامی کے مطابق:

اخلاق(ع مذکر۔ خلق کی جمع)عادتیں، خصلتیں، انسانیت، مروت۔وہ علم جس میں سیاست، تہذیب نفس اور معادو معاش وغیرہ کا بیان ہو۔"(6)

نسیم اللغات کے مطابق:

"اخلاق(ع) خلق کی جمع عادتیں، خصائل، انسانیت، ملنساری، مروت، ملنے جلنے کا مہذب طریقہ، وہ علم جس میں تہذیب، نفس، تدبیر، منزل اور سیاست ملکی کے اصول بیان کیے جاتے ہیں۔"(7)

نور اللغات کے مطابق:

"اخلاق(ع) خلق کی جمع۔اچھی عادت، تہذیب مذکر اردو میں بیشتر بجائے واحد بولا جاتا ہے۔1۔عادات و خصائل؛2۔انسانیت، ملنساری، مروت، آؤ بھگت؛3۔وہ علم جس میں تہذیب، نفس اور معادو معاش وغیرہ سے بحث ہوتی ہے۔اخلاق معاشرت، باہم ایک جگہ رہنے سہنے کے آداب۔"(8)

آکسفورڈ انگلش اردو ڈکشنری کے مطابق:

"اسم: اخلاقی ضابطہ Ethic؛(1)اخلاقیات سے متعلق خصوصاً افسانوں کے باہمی روابط یا سماجی تعلقات کی نسبت سے Ethical اخلاقی طور پر Ethically،اخلاقیات Ethicality انسانی زندگی میں اصول، Ethic معیار اخلاق سے تعلق رکھنے والا علم، علم الاخلاق۔"(9)

قومی انگریزی اردو لغت کے مطابق:

"اخلاقی، اخلاقیاتی، چال چلن سے متعلق، (اسم) Ethic کردار و اصول کا کوئی نظام یا فلسفہ جس میں کوئی شخص یا جماعت عمل پیرا ہو، جیسے(The Christian Ethic, the Personal Ethics) اخلاق۔" (10)

ویبسٹر ڈکشنری کے مطابق:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

"Ethic (eth'iks) nopl. (construed as singular in defs 1 and 3); 1.The study and philosophy of human conduct with emphasis on the determination of right and wrong: one of the normative science.; 2. The basic principles of right action. ; 3. A work of treatise on morals." (11)

اسلامی انسائیکلوپیڈیا کے مطابق:

"معاشرتی معاملات طے کرنے کے اصول، وہ بات جو بھلائی اور برائی کی تمیز پیدا کرے۔ جو فضائل ورزائل کا علم بخشے۔ ایسا ضابطہ جس کی پابندی کے بغیر اجتماعی زندگی کا تصور محال ہے۔"(12)

ہندوستان میں فلسفہ کا مفہوم مغربی نقطہ نظر سے مختلف ہے۔ ہندوستان میں فلسفہ کے تصور کے بارے میں "فلسفہ مذاہب" میں درج ہے کہ:

"مغرب میں فلسفہ کا تصور ہندوستانی تصور کے ہم پلہ نہیں ہے۔ فلسفہ کے لیے بالعموم سنسکرت کا لفظ "درشنم" استعمال ہوتا ہے جس کا مطلب دیکھنا ہے اور ہندوستانی فلسفیانہ نظاموں کا آغاز کسی قدیم اصول سے ہوا اور نہ ہی مشاہدہ کردہ حقیقتوں سے (جیسا کہ عموماً سمجھا جاتا ہے) بلکہ اس کی ابتدا کسی ماورائی احساس سے ہے جس میں کائنات کی نوعیت کے مطابق سچائی براہ راست حاصل ہوتی ہے۔"(13)

اسلامی انسائیکلوپیڈیا کے مطابق اخلاق سے مراد یہ ہے کہ:

"خلق کی جمع ہے عادتیں، سیرتیں، خصائل، اس علم کے لیے یہ لفظ بولا جاتا ہے جس میں انسانی خصائل کے متعلق بحث کی جاتی ہے اور اس علم کی کتابوں کے نام میں بھی یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً اخلاق محسنی، اخلاق ناصری، اخلاق جلالی وغیرہ۔"(14)

ہیومن جغرافیائی لغت(The Dictionary of Human Geography) کے مطابق:

"Ethics concerns not only the actions of individual people but social, economic and political structures and arrangement that also effect human and non human beings."(15)

آکسفورڈ ڈکشنری آف سوشیالوجی(Oxford Dictionary of Sociology) کے مطابق:

"A branch philosophy concerned with moral principles and values, with what ought to be the case a how people ought to live their lives, Ethical philosophers and concerned with the ideas of 'good' and 'bad' as they apply to human affairs." (16)

بیسویں صدی کی بلیک ویل ڈکشنری کے مطابق:

"In its broadcast sense, ethics refers to the normative appraisal of the actions and character of individuals and social group." (17)

ڈاکٹر سی اے قادر کے مطابق:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

"انگریزی زبان میں اخلاقیات کو()Ethics کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ لفظ (Ethos) سے مشتق ہے۔ جس کے معانی عوائد ورسوم اور خصوصاً وہ عوائد ورسوم جو ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے ممتاز کرتی ہیں۔"(18)

ڈاکٹر سلیم اختر کے مطابق:

"اخلاق انسان اتنا ہی قدیم ہے اور اتنی ہی قدیم اخلاقیات، فلسفے کے ایک شعبے کے لحاظ سے تو اخلاقیات خود فلسفہ اتنی قدیم قرار دی جاسکتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وحشی قبائل اور غیر متمدن معاشروں میں تحریمات (Taboos) سے لے کر مذہبی اوامر و نہی تک ہر وہ اعتنائی حکم جو فرد کو معاشرے کے مقرر کردہ معیار کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین کرے۔"(19)

یعنی اخلاقیات سے مراد مہذب معاشرے کی تعمیر کے لیے اعلیٰ اخلاقی اقدار کا اطلاق ہے اور اس کے لیے مذہب اور معاشرے کے مقرر کردہ اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنا ہے۔

طاہر القادری اسلام کے اخلاقی اصول بیان کرتے ہوئے مختلف مفکرین کی رائے بیان کرتے ہیں کہ :

"اخلاق خلق سے ہے جس کے معنی پختہ عادت کے ہیں، اصطلاحاً خلق سے مراد وہ اوصاف ہیں جو کسی فطرت وطبیعت کا اس طرح سے لازمی جذو بن جائیں کہ زیادہ غور و فکر کے بغیر روز مرہ زندگی میں ان کا اظہار ہوتا ہو۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نزدیک خلق انسان کی اس کیفیت کا نام ہے جو اس کی طبیعت کے مختلف اوصاف کمالات کو جدوجہد کر کے اپنی طرف راجع کرے۔"(20)

"امام غزالی کے نزدیک ایک خلق انسان کی اس کیفیت اور ہیئت راسخہ کا نام ہے جس کی وجہ سے بغیر کسی فکر و توجہ کے نفس سے اعمال سرزد ہوں۔" جلال الدین دوانیؒ فرماتے ہیں جب افعال کسی فکر و تردد کے بغیر نفس سے سرزد ہونے لگیں تو اس کیفیت کو خلق سے تعبیر کرتے ہیں۔"(21)

اس طرح واصف علی واصف کے نزدیک اخلاقیات سے مراد وہ تمام کاوشیں ہیں جو تمام بنی نوع انسان کی بھلائی کا باعث ہو سکتی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ :

"اخلاقیات کی تعریف کرنا آسان نہیں، کسی ایک دور کا قانونِ اخلاقیات کسی دوسرے دور میں بد اخلاقی بھی ہو سکتا ہے۔ کسی خاص جغرافیائی حالات کا ضابطہ اخلاق کسی مختلف جغرافیائی حالات کے ممالک میں کچھ اور صورت اختیار کر جاتا ہے۔ بہر حال اخلاقیات بالعموم قواعد کچھ یوں ہیں کہ لوگوں کی خدمت کرنا، بھوکے کو کھانا کھلانا، اخلاق کا سارا سفر مختصر طور پر کیا جاسکتا ہے کہ یہ بے ضرر ہونے سے شروع ہوتا ہے اور منفعت بخش ہونے پر ختم ہوتا ہے۔ وہ جذبات اور وہ کوششیں جو انسان کے مجموعی ارتقا کے لیے کی جائیں اخلاقیات کا حصہ ہیں۔" (22)

یعنی اخلاقیات سے مراد مجموعی ترقی اور اجتماعی خوشحالی کے لیے کوشاں رہنا ہے اور ہر دور اور معاشرے کے اپنے اخلاقی دائرے ہوتے ہیں اور ایک ہی معاشرے کے اخلاقی پیمانے یا معیار مختلف ادوار میں مختلف ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ہو سکتا ہے ایک دور میں ایک معاشرے میں اعلیٰ ذات کو عزت و تکریم سے نوازا جائے لیکن آنے والے دور میں ذات پات کی تخصیص کو ادنیٰ اور حقیر فعل اور عمل سمجھ کر حقارت کی نظر سے دیکھا جائے۔

امام غزالی بلند پایہ اخلاقیات مفکر ہیں۔ انہوں نے انسانیت کی فلاح کے لیے مختلف "اخلاقیات" کے تصورات پیش کیے۔ جاوید اقبال ندیم اس بارے میں رقمطراز ہیں کہ :

"امام الغزالی کے نزدیک خلق کی بہت سے اقسام ہیں لیکن بنیادی اخلاق صرف چار ہیں اور باقی تمام شاخیں اس سے نکلتی ہیں۔ 1۔ علم، 2۔ غضب، 3۔ شہوت، 4۔ عدل، یہ چار قوتوں میں اعتدال کا نام حسنِ خلق ہے۔ امام صاحب اس بات کے قائل ہیں کہ ان چاروں قوتوں میں اعتدال تعلیم و تربیت کے ذریعے پیدا کیا جاسکتا ہے۔"(23)

غزالی کے تصور اخلاق کے مطابق اخلاق، بداخلاق اور اخلاق کے درمیان تناسب قائم کرنے کا نام ہے۔ کیونکہ بااخلاق شخص نیکی اور بدی کے بارے میں غیر جامداری برتتا ہے اور اس کے مقاصد بلند تر ہوتے ہیں۔ وہ اپنے نفس پر قابو پانا جانتا ہے۔ امام الغزالی کے اخلاقیاتی مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے نورالحسن خان لکھتے ہیں کہ :

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

"اچھے یا برے کام کرنا یا اچھے اور برے کاموں پر قدرت رکھنا یا اچھے اور برے کاموں میں تمیز کر لینا خلق نہیں کہلاتا بلکہ خلق اس ہیت کا نام ہے جس کی وجہ سے نفس کسی کام کو کرنے یا اس سے باز رہنے کے لیے اپنے اپ کو مستعد اور آمادہ کر لیتا ہے۔ تو گویا نفس کی ہیئت و صورت باطنی ہی نام خلق ہے۔"(24)

اخلاقیات سے مراد 'خیر' اور 'شر' اور 'صائب' اور 'غیر صائب' کے تصور تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ اخلاق سے مراد 'نیکی'، 'خیر' اور 'صوائب' کا عملی اظہار ہے۔ لیکن اس میں کسی بھی شخص کو 'نیک' یا 'اچھا' قرار دینے کے لیے ضروری نہیں کہ صرف یہ دیکھا جائے کہ وہ کیا کہتا ہے؟ اس کی نیکی اور بدی کے بارے میں تصورات کیا ہیں اور اس کے ارادہ اور نیت کو نظر انداز کر دیا جائے بلکہ اچھی نیت کا ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ اگر کوئی نیک فعل برے ارادے کے ساتھ سرانجام دیا جائے تو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ اس سلسلے میں پروفیسر یوسف شیدائی لکھتے ہیں کہ:

"اخلاق کا تعلق نیت، مقصد، ارادے کی درستی کے ساتھ ظاہر نتائج و عواقب کے ساتھ بھی ہے۔ اخلاقی فتویٰ صادر کرتے وقت دونوں پہلوؤں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ یہ الگ بات زیادہ زور نیت اور ارادے کی درستی پر دیا جاتا ہے۔ نیکی یہ نہیں کہ کوئی شخص نیکی کے تصور سے کسی حد تک آشنا ہے بلکہ یہ ہے کہ کوئی شخص عملاً کس حد تک اپنے اپ کو معیار اخلاق سے قریب تر کرتا ہے۔" (25)

علم اخلاق ایک ایسا علم ہے، جو معاشرے میں بسنے والے انسانوں پر نیک اور بد اور اچھے اور برے ہونے کے معیار کا تعین کرتا ہے۔ اس سلسلے میں "تعارف اخلاقیات" میں ولیم للّی بیان کرتے ہیں کہ:

"بہتر یہی ہے کہ اخلاقیات میں کسی فعل کے متعلق نیک و بد کا لفظ اس وقت استعمال کیا جائے جب وہ کسی نہ کسی معنی میں اچھے یا برے نتائج پیدا کرتا ہو۔"(26)

انسان کے اندر فطری طور پر اللہ تعالی نے صلاحیت رکھ دی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ نیکی کیا ہے اور برائی کیا ہے۔ اللہ تعالی نے انسان کو ظاہری قوت کے ساتھ باطنی شعور کے ساتھ بھی کائنات میں بھیجا ہے۔ اور اس کے اظہار روزمرہ زندگی میں بارہا دیکھنے کو ملتا ہے۔ جس طرح اللہ تعالی نے ہمیں بصارت، ساعت، لامسہ، شامہ اور ذائقہ جیسی حسوں سے مزین کر کے بھیجا ہے اسی طرح انسان اور دوسری مخلوقات میں ایک بڑا فرق پہچان اور امتیاز کا بھی ہے۔ اور ظاہری اور مادی ماحول میں تبدیلیوں کے باوجود فطرت انسانی میں یہ اوصاف موجود رہتے ہیں۔ اس بارے میں بشیر احمد ڈار لکھتے ہیں کہ:

"انسانی فطرت در حقیقت خدائی فطرت ہی کا دوسرا نام ہے اور صراط مستقیم یعنی خیر کے راستے پر گامزن ہونے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ اس فطرت کے مطابق انسان اپنی زندگی ڈھال لے۔ اخلاقی زندگی کی نشوونما بھی اس سے ہوتی ہے اور انسان کی زندگی کے عقلی پہلو کا ارتقا بھی اس کے ذریعے وقوع پذیر ہوتا ہے۔"(27)

خدا کو مانے بغیر اخلاقیات کی کوئی بنیاد ہی نہیں ہوتی اور انسان کی فطرت میں دراصل یہ صفات شامل ہیں اور اسی فطرت میں اس باری تعالی نے انسان کی بھلائی کی خواہش پوشیدہ رکھ دی ہے۔ مثلاً سچ بولنا، وعدہ پورا کرنا، دوسروں کی خدمت کے لیے تیار رہنا، بھوکے کو کھانا کھلانا، مسافر پروری کرنا، ترس کھانا، فطرت انسانی کے وہ عناصر ہیں جو ازمنہ قدیم سے اس کی فطرت کا حصہ ہے اور اسی اعتبار سے وہ معاشرے میں رہتے ہوئے باہم تعاون سے زندگی گزارنا پسند کرتا ہے۔ محمد حفیظ الرحمن اخلاق اور فلسفہ اخلاق میں لکھتے ہیں کہ:

"جو علم بھلائی اور برائی کی حقیقت کو ظاہر، انسانوں کو آپس میں کسی طرح معاملہ کرنا چاہیے اس کو بیان، لوگوں کو اپنے اعمال میں کس منتہائے غرض اور مقصدِ عظمیٰ کو پیش نظر رکھنا چاہیے اس کو واضح کرے اور مفید کارآمد باتوں کے لیے دلیل راہ بنے 'علم الاخلاق' کہلاتا ہے۔" (28)

انسان کے اندر فطری طور پر نیکی اور بدی کی جبلتیں موجود ہیں اور انسان کی فطرت میں اخلاق موجود ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر ابصار احمد لکھتے ہیں کہ:

HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

"اللہ نے جس طرح انسان کو ظاہری استعدادات مثلاً سماعت، بصارت، قوت گویائی، صلاحیت تعقل وغیرہ دی ہے ویسے ہی فطرت انسانی میں کچھ باطنی استعدادات بھی ہیں جن کو دیکھ کر انسان کو اس دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان فطری طور پر یہ جانتا ہے کہ نیکی کیا ہے اور برائی کیا ہے۔ چنانچہ اس طرح بہت سی اقدار دائمی ہیں۔"(29)

چنانچہ انسان ابتدا ہی سے فطرت کا پابند رہا ہے اور لاکھوں سالوں کی تربیت کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اخلاق ہماری فطرت کا حصہ ہے اور روح انسانی کی نشو نما کا لازمی جزو ہے۔ انسان کی فطرت کا حصہ ہے کہ وہ دوسروں کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارے، اپنی ذات کی نشو و نما کے لیے اجتماعی تعاون اس کی ضرورت ہے۔انسان فطری طور پر نیکی اور بدی میں امتیاز رکھتا ہے اور اس کے اندر نیکی کرنے کے رجحانات موجود ہوتے ہیں۔ مثلاً "نشاط فلسفہ "میں سر فرانسز بیکن کے مطابق :

"بیکن نے کہا کہ تمام چیزوں میں دو طرح کی نیکی کے رجحانات موجود ہیں۔ ایک اپنی ذات کو قائم رکھنے کا رجحان اور یہ رجحان پہلے رجحان سے زیادہ قابل احترام اور قوی ہے کیونکہ اس کا مقصد ایک زیادہ وسیع کل کی بقا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ بد اخلاقی کی طرح اخلاق بھی انسانی فطرت کا یہ ایک جزو ہے۔"(30)

علم الاخلاقیات ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ افراد کو کس طرح سے زندگی گزارنی چاہیے اور اپنے مقاصد کا تعین کن بنیادوں پر کرنا چاہیے اور پھر اس کے حصول کے لیے اصول و ضوابط ایسے مقرر کیے جائیں جو اجتماعی طور پر سب کی فلاح کا باعث بنیں۔اس سلسلے میں "تاریخ اخلاق یورپ" میں ایڈورڈ پول نیکی کے مطابق :

"مختصر یہ کہ 'بڑی سے بڑی تعداد افراد کو بڑی سے بڑی مسرت' بس یہ کلیہ ہر ماہر اخلاقیات کے لیے شمع ہدایت ہونا چاہیے کہ یہی حسنِ اخلاق کا بہترین مظہر اور کمال تزکیہ نفس کا اعلیٰ ترین معیار ہے۔"(31)

چنانچہ اخلاقیات کا کام ہمیں وہ معیاری نقطہ نگاہ فراہم کرنا ہوتا ہے جس کی روشنی میں ہم اچھائی اور برائی کے بارے میں فیصلہ سناتے ہیں کہ فلاں شخص اچھا ہے اور فلاں برا ہے۔اس کا مقصد ہمارے اندر فہم و فراست پیدا کرنا ہوتا ہے تاکہ ہم زندگی کے معاملات کو بہتر انداز میں جاننے، سمجھنے اور برتنے کے قابل ہو جائیں۔ "ابتدائی فلسفہ" میں جان ہاسپرس لکھتے ہیں کہ :

"اخلاقیات نے ہمارا سروکار خیر و شر یا نیک و بد صحیح اور غلط، فرض اور وجوب اور اخلاقی ذمہ داری سے ہے۔"(32)

اس طرح سے اخلاقی ذمہ داریوں سے آگاہی ہمارے شعور میں وسعت پیدا کرتی ہے اور اقدار حیات کی وضاحت کرتی ہے اور اس سے عملی استعداد میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور صحیح سمت میں ہمیں بھی رہنمائی ملتی ہے تاکہ ہم زندگی کے واقعات، حوادث اور معمولات کا تجزیہ ان اخلاقی اصولوں کی روشنی میں رہ کر لے سکیں اور باقاعدہ سائنسی عملی علم کو متعارف کرا سکیں اور اس کے نتیجے میں ہمارے اندر ایک ایسا شعور پیدا ہو سکے کہ ہم کسی بھی صورت حال میں اخلاقی اصولوں کی قدر و قیمت کا تعین کر سکیں۔

اخلاقیات انسانی شخصیت و کردار کے 'خیر' اور 'شر'، 'اچھائی' اور 'بھلائی' سے متعلقہ نکات سے بحث کرتی ہے۔ فرد کی شخصیت اور کردار سے مراد وہ اعمال ہوتے ہیں جو وہ اپنی پوری آزادی، شعور اور ذمہ داری سے انجام دیتا ہے۔اس سلسلے میں پروفیسر یوسف شیدائی لکھتے ہیں کہ :

"اخلاقیات کی تعریف ہی یہ کی گئی ہے کہ یہ ایک ایسا علم ہے جو کردار یعنی ارادی اعمال کا خیر اور صواب کے نقطہ نظر سے مطالعہ کرتا ہے۔"(33)

انسان کی فطرت میں خیر اور شر موجود ہوتا ہے اور اخلاقیات سے مراد انسان کی شخصیت و کردار میں بہتری لانے والا علم ہے اور ان اخلاقی احکام کا عملی اطلاق طے شدہ ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں جاوید اقبال ندیم لکھتے ہیں کہ :

"اخلاقی اقدار کے تجزیہ کے ساتھ تجربیت پر بھی زور دیا ہے یعنی علم کو عملی طور پر پرکھنے کی کوشش کی۔ جس سے اخلاقی اقدار کی جانچ پڑتال انسانی کردار و سیرت سے کی جانے لگی۔"(34)

Vol.7 No.3 2023
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

فلسفیانہ اخلاقیات کے مطابق اخلاقیات خیر اور صائب کی حقیقت جاننے کے متعلق بحث کرتی ہے۔ وہ اس چیز سے بحث کرتی ہے کہ عمل خیر کیا ہوتا ہے؟ چنانچہ بہت سے حکمائے اخلاقیات اخلاقیات کی تعریف کے سلسلے میں اس بات سے بحث کرتے ہیں کہ خیر کیا ہے۔اس سلسلے میں پروفیسر "مور" اپنی کتاب اصول اخلاقیات میں لکھتے ہیں کہ :

"پس ہمارا پہلا سوال یہ ہے کہ خیر کیا ہے؟ اور شر کیا ہے؟ میں اس سوال ی(اان سوالات) پر بحث کو اخلاقیات کا نام دیتا ہوں، کیونکہ اسی علم میں یہ سوال بحر صورت شامل ہے۔"(35)

پس ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے علمائے اخلاقیات 'خیر' اور 'شر' کے وسیع معنوں کو جاننے کی طرف مائل ہیں کیونکہ ان لفظوں کی اصل حقیقت کو سامنے لانا ہی علم اخلاق ہے۔ مور کے نزدیک اشیاء کے اچھے اور برے ہونے کے بارے میں بحث کرنا چاہیے۔ صرف کسی بھی شے کو اچھا اور برا یا خیر اور شر کی مہر ثبت کرنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ افعال کے درست اور غلط ہونے کے اسباب فراہم کرنا بھی اخلاقیات کے دائرے میں آتا ہے۔اس بارے میں پروفیسر مور لکھتے ہیں کہ :

"جب ہم یہ کہنے کی کرتے ہیں کہ عفت فضیلت ہے اور مئے نوشی ذلالت تو بلاشبہ اخلاقیات ہی کا کام ہے کہ وہ اس قسم کے سوالات اور بیانات سے بحث کرے۔ اور جب ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کون سا فعل درست ہے تو وہ اس بارے میں کہ اس سوال کا صحیح جواب کیا ہے، وجوہات پیش کرے، علاوہ ازیں اخلاقیات کے ذمے یہ کام بھی ہے کہ وہ ہمارے ان بیانات کو جو افراد کے اخلاق سے یا ان کے افعال کے اخلاقی پہلو سے متعلق ہوتے ہیں، صحیح یا غلط ٹھہرانے کے اسباب بیان کرے۔"(36)

اخلاقیات نہ صرف خیر اور شر کے بارے میں بتاتی ہے بلکہ اخلاقی پہلوؤں کے معیار کا تعین بھی کرتی ہے۔ صحیح اور غلط کا فیصلہ بھی کرتی ہے اور اوصاف و کمالات کے منضبط طریقے استعمال کی جانب بھی راغب کرتی ہے۔اس بارے میں ڈاکٹر ابصار احمد لکھتے ہیں کہ :

"فلسفہ اخلاق ذہنی کاوش کا نام ہے کہ اخلاقی تعارض اور شبہ کے موقع پر غور و فکر کے ذریعے مخمصے سے نکلنے کے لیے اصل سوال تو زیادہ شعوری طور پر اور زیادہ با قاعدہ طریق سامنے لایا جائے۔"(37)

فلسفہ اخلاق سے مراد اپنے مقاصد اور اعمال کا تعین سمجھ بوجھ سے صحیح سمت میں کرنا ہے۔ فلسفہ اخلاق میں مرقوم ہے کہ :

"فلسفہ اخلاق رسوم و اقدار، درست و غلط، خیر و شر اور کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے کے بارے میں فلسفیانہ تحقیق کا نام ہے۔

اخلاقیات کے مختلف نظریات سے متعلق مطالعہ اخلاقیات میں پروفیسر یوسف شیدائی بیان کرتے ہیں کہ :

"سجوک کے نزدیک اخلاقیات ایک ایسا مطالعہ ہے جو بتاتا ہے کہ افراد کو کیا کرنا چاہیے اور یہ کہ کن مقاصد کی تکمیل کی خاطر انہیں ارادی اعمال سر انجام دینے چاہئیں۔"(38)

راجر کا خیال ہے کہ اخلاقیات ایک ایسا علم ہے جو انسانی کردار کے انتہائی مقاصد کی صحیح نوعیت کو متعین کرنے والے اصول و ضوابط کی جستجو کرتا ہے۔ ڈیوی کے مطابق اخلاقیات اسی اعتبار سے کردار کا علم ہے کہ اس میں اچھے اور برے یا صائب اور غیر صائب یا خیر اور شر کے درمیان امتیاز کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔ ولیم للّی کے نقطہ نظر کے مطابق اخلاقیات معاشرتی اداروں میں رہنے والے بنی نوع انسان کے کردار کا ایسا معیاری مطالعہ ہے جو کردار کو صائب اور غیر صائب قرار دینے میں ہماری مدد کرتا ہے۔

"مسکینزی کے نزدیک اخلاقیات اس نصب العین کے مطالعے کا نام ہے جو انسانی زندگی میں مضمر ہے۔"(39)

اخلاقیات کے مختلف مباحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جب ہم کسی اچھا کسی کو اچھا یا برا کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے اس میں کوئی ابہام یا اعتراض کی یا بحث کی گنجائش نہیں ہے۔اس سلسلے میں 'ابتدائی فلسفہ' میں درج ہے کہ :

"اخلاقیات میں جو اہم الفاظ ہم استعمال کرتے ہیں وہ ہیں کہ اچھا، نیک، برا، صحیح اور غلط، ان کے معنی کے متعلق اختلافات کی کوئی انتہا نہیں۔"(40)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بعض مفکرین خیر اور شر پر زبان کی لفظیات کے حوالے سے بات کرتے ہیں اور بعض جیسے .بیکن اسے فطرت کا حصہ قرار دیتے ہوئے یہ کہ کہتے نظر آتے ہیں کہ نیکی کی طرف جھکاؤ کسی بھی فرد کی فطرت کا حصہ ہے، لیکن مور اس بات سے اختلاف کرتا ہے اور یہ جاننے کو اخلاقیات کا نام دیتا ہے کہ خیر ہے کیا؟ اور اس کے نتائج کیا ہیں اور راسس بھی اس بات سے متفق نظر آتا ہے۔اس کے نزدیک بھی خیر ایک ایسا تصور ہے جس سے کوئی اور قدر جڑی ہو ہی نہیں سکتی۔اس سلسلے میں پروفیسر خواجہ غلام صادق لکھتے ہیں کہ :

"خیر کے بارے میں راسس کا خیال ہے کہ خیر ایک معروضی امر ہے۔ یہ در حقیقت ایک ایسی خصوصیت ہے جو سنجیدہ (Complex) معاملات سے وابستہ ہوتی ہے۔یعنی خیر ایک ایسی خصوصیت ہے جو صرف ذہنی کیفیات سے ہی وابستہ ہے اور ذہنی کیفیات سے یہ وابستگی تین باتوں کی وجہ سے ہے۔ نیکی، ذہانت اور مسرت یعنی ان ذہنی کیفیات سے خیر کی وابستگی ہو گی جن میں نیکی کے فروغ کی خواہش، ذہانت اور مسرت کی صفات پائی جائیں۔ مور کی طرح راسس بھی سمجھتا ہے کہ اخلاقیات کی بنیادیں کسی دوسرے تصور سے نہ ہی مشتق ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے تصور میں ڈالی جاسکتی ہیں۔"(41)

مور کے نزدیک ہم الفاظ خیر کو اس طرح سے استعمال کرتے ہیں جیسا کہ ان کا تصور ہمارے ذہن میں موجود ہوتا ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ :

"مجھے صرف اس شے یا تصور سے غرض ہے جس کے لیے میرا خیال ہے (جو صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی) یہ لفظ عام طور پر استعمال ہوتا ہے جس چیز کو میں دریافت کرنا چاہتا ہوں وہ اس شے یا تصور کی ماہیت ہے اور اس بارے میں کسی اتفاق رائے پر پہنچنے کا میں دل سے متمنی ہوں۔"(42)

مور اور راس دونوں کے مطابق اخلاقی احکام نہ تو کسی تصور سے نکلے ہیں اور نہ تصوراتی بنیادوں پر انہیں ایک تصور سے دوسرے میں ڈھالا جا سکتا ہے۔لیکن اے یو ئنگ، مور اور راسس اس سے اختلاف کرتے ہیں۔خواجہ غلام صادق اس کو یوں بیان کرتے ہیں کہ :

"ای سی یوئنگ مور اور راسس سے اختلاف کرتے ہوئے، چاہیے کو اخلاقیات میں بنیادی اور مرکزی اصطلاح تصور کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ 'چاہیے کہ لفظی تعریف نہیں ہو سکتی'۔" (43)

اے سی یوئنگ کے مطابق اخلاقی احکام رویوں کے بارے میں ہوتے ہیں اور 'اچھے'، 'برے' رویوں کے پس پردہ بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں اور ان تائیدی وجوہ کی روشنی میں جواز دیے جاسکتے ہیں۔مور کے نزدیک اخلاقی مفکر کا کام حقائق کو سامنے لانا ہوتا ہے اس سلسلے میں ذاتی مشورے اور نصیحتیں اس کا کام نہیں ہے۔

فلسفہ اخلاق ہمیں یہ نہیں بتاتا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی یہ بتاتا ہے کہ ہمیں فلاں فعل عمل میں لانا چاہیے اور فلاں سے اجتناب کرنا چاہیے بلکہ فلسفہ اخلاق محض ہماری رہنمائی کرتا ہے اور صحیح اور غلط کا فیصلہ ہمیں خود کرنا چاہیے۔اس سلسلے میں "فلسفہ اخلاق" میں ڈی۔ڈی رافیل لکھتے ہیں کہ :

"فلسفہ اخلاق ہمیں اپنے تصورات کی وضاحت کے ثانوی مقصد کے لیے حقی ارتقا کی جانب گامزن کرتا ہے اور افراد کو تجربی استفسارات کے بارے میں از خود فیصلہ کرنے کی صلاحیت عطا کرتا ہے۔"(44)

ڈی۔ڈی رافیل کے مطابق ہمیں فلسفہ اخلاق سے یہ امید نہیں لگانی چاہیے کہ یہ ہمارے مسائل کا حل کر دے گا لیکن فلسفہ اخلاق کے مطالعے سے ہمیں زندگی کے نشیب و فراز کے بارے میں آگاہی ملتی ہے۔ڈی۔ڈی رافیل مزید لکھتے ہیں کہ :

"فلسفہ اخلاق مطالعہ بہر طور اتنا ضرور کرتا ہے کہ آپ کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی، خود تنقیدی اور خود اعتمادی کی اہلیت بخشے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے لیے از خود انتخاب کرنے کی صلاحیت بھی عطا کرے اور یہ آپ کو زیادہ اعتدال پسند، ذمہ دار اور زیادہ بہتر انسان بننے کا ہنر جانتا ہے۔"(45)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

فلسفہ اخلاق عملی زندگی کے مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت عطا کرتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ انسان کی فطرت کے اندر اخلاقی پہلو پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔ ہر انسان کو خدا نے نیک سیرت پیدا کیا ہے۔ خیر اور شر کی وضاحت کے ساتھ ہی انسان کے اندر فطری طور پر یہ رجحان پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ نیکی کی جانب جھکاؤ رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں مولانا حفظ الرحمن لکھتے ہیں کہ :

"علم کی روشنی نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اخلاق انسانی کوئی ایسا عطیہ نہیں ہے جو حسب اتفاق ہم کو عطا کر دیا گیا ہے بلکہ وہ اپنی صلاحیت، اپنے فساد، اپنی ترقی اور اپنے انحطاط میں (قدرت الہی) کے ایسے محکم و مضبوط قوانین کے تابع ہیں کہ کبھی ان سے جدا نہیں ہو سکتی۔ پس اگر ہم کو ان قوانین کی معرفت ہو جائے اور ہم ان کے موافق عمل کریں تو ہم میں یہ قدرت پیدا ہو سکتی ہے کہ ہم اخلاق انسانی کو اس (انسان) کی صلاحیت طبع کے مطابق درست کر سکیں۔"(46)

انسان کی فطرت میں نیکی موجود ہے اخلاق کے عمدہ عناصر پائے جاتے ہیں اور تربیت کے ذریعے سے اس کو مزید سنوارا جا سکتا ہے اور عمدہ اخلاق سے نہ صرف اپنی ذات بلکہ مجموعی تمائی ماحول کو بھی بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں "محاسن الاخلاق" میں مرقوم ہے :

"خوش اخلاقی کو خوشبو سے تشبیہ دیتے ہیں یعنی جیسے کہ راحت روح کو خوشبو پہنچاتی ہے ایسے ہی خوش خلقی سے آدمی کو راحت پہنچتی ہے۔"(47)

اخلاق انسان کے اندر ابتدا سے فطرت میں موجود ہوتا ہے، اپنی مرضی سے اخلاقی احکامات تو اوامر و نواہی مقرر نہیں کیے جا سکتے اور اپنے ذوق اور جمالیاتی تصدیقات کے مطابق اخلاقی احکام کو تبدیلی یا تحلیل نہیں کیا جا سکتا۔ ڈاکٹر سی اے قادر کے مطابق :

"دوستو وسکی اپنے ناول کرائمز پنشمنٹ (Crimes Punishment) میں اس نکتہ کی خوب وضاحت کرتا ہے۔۔۔۔ اس کہانی سے دوستو وسکی یہ بتلاتا ہے کہ اخلاقی حکم کی بنیاد انسانی اوامر و نواہی پر نہیں بلکہ اندرونی آواز پر ہے جس کے آگے تمام دلائل بیکار ہو جاتے ہیں۔ اس کا تعلق نہ تو ذاتی مفادات سے ہے، نہ طبقات سے اور نہ ہی مادی معاشی حالات سے۔"(48)

یہ سچ ہے کہ ماشرتی ماحول اور وقت کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ اخلاقیات میں بھی تبدیلی آتی رہتی ہے۔ تاہم کچھ عناصر انسان کی فطرت اور سرشت میں شامل ہوتے ہیں اور وہ وقت کی تبدیلی کے باوجود تبدیل نہیں ہو سکتے۔ اس بارے میں جان ڈیوی لکھتے ہیں کہ :

"معاشرتی حالات اور تہذیب کے معیار میں تبدیلی کے ساتھ وقتاً فوقتاً اخلاقیات میں بھی تبدیلی آتی رہتی ہے۔ اگرچہ خواہش، مقصد، اجتماعی مطالبہ اور قانون ہمدردانہ پسندیدگی اور معاندانہ ناپسندیدگی وغیرہ کی حیثیت مستقل ہے اور جب تک انسانی طبیعت ہے اور دوسروں سے مل جل کر رہتا ہے۔ ہم ان حقائق کے ناپید ہونے کا تصور میں نہیں لا سکتے اس لیے اخلاقیات کے تصورات نہ تو مطلق العنانہ ہیں اور نہ مصنوعی۔ یہ انسانی طبیعت پر باہر سے ٹھونسے ہوئے نہیں ہیں بلکہ اس کے اپنے عمل اور ضروریات سے پیدا ہوئے ہیں۔ البتہ اخلاقیات کے بعض ضرور عارضی ہیں اور ان کا اظہار ناقص اور مسخ شدہ صورت میں ہوتا ہے۔ البتہ اخلاقی تصورات کا ڈھانچہ ایسے ہی پائیدار ہے جیسے خود زندگی۔"(49)

یعنی ہم فلسفہ اخلاق پر اعتماد کر سکتے ہیں کہ یہ ہماری مستقل رہنمائی کر سکتا ہے۔

حوالہ جات

1۔ امولیہ رنجن مہاپتر، "فلسفہ مذاہب" مترجم: یاسر جواد، لاہور: فکشن ہاؤس، 1998ء، ص 13
2۔ ابصار احمد، ڈاکٹر، "فلسفہ کیا ہے؟"، مشمولہ: فلسفہ جدید کے خدوخال، خواجہ غلام صادق، پروفیسر، لاہور: ایچ وائی پرنٹرز، 1986
3۔ سی۔ اے۔ قادر، ڈاکٹر، "اخلاقیات"، لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع چہارم، دسمبر 1980، ص 10

4۔ محمد حبیب الرحمن خان شیروانی، "اسلامی اخلاق"، لاہور، نذیر پبلشرز، 2010ء، ص24

5۔ ابصار احمد، ڈاکٹر، "فلسفہ اخلاق"، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، 1989، ص21

6۔ سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، جلد اول، لاہور، مکتبہ حسن، 1974، ص128۔127

7۔ امیر مینائی، لکھنوی، "امیر اللغات"، لاہور، مقبول اکیڈمی، حصہ اول، 1988، ص98

8۔ عبدالمجید، نظامی، "لغات نظامی اردو" لاہور، نظامی پریس، طبع اول، 1985، ص28

9۔ نسیم اللغات (اردو) مرتبین: سید مرتضیٰ فاضل لکھنوی، سید قاسم نسیم امروہوی، آغا محمد باقر بنیرہ آزاد، لاہور، غلام علی اینڈ سنز، 1989، ص58

10۔ نورالحس نیر مولوی، "نوراللغات" جلد اول، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، 1989، ص268

11۔ "آکسفورڈ انگلش اردو ڈکشنری" مرتب ومترجم: شان الحق حقی، کراچی، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، 2005، ص533

12۔ "قومی انگریزی اردو لغت" مرتبہ: جمیل جالبی، ڈاکٹر، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، طبع ششم، 2006، ص289

۔13The New International Webter's Comprehensive Dictionary of English Language, Encyclopedia Edition, Trident Press International, 2004. Pf 430

14۔ سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا، لاہور، الفیصل ناشران، س ن، ص162

15۔ امولیہ رنجن مہاپتر (فلسفہ مذاہب، مترجم: یاسر جواد، لاہور، فکشن ہاؤس، 1998، ص14

16۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، "مغرب میں نفسیاتی تنقید" لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، 1989، ص134۔133

17۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا، مرتبہ: مولوی محبوب عالم، ترتیب وتدوین: سید عاصم محمود، لاہور، الفیصل ناشران وتاجران کتب، س ن ص59

۔18Drek Gregory, Ron Johnston, "The Dictionary of Human Geography" Uk, Ltd. Black wel Publisher, 2000, Pg211

۔19John Scotts Gordon Marshall, "Oxford Dictionary of Sociology" USA, Oxford Press, 3ed, 2005, Pg 197

۔20William Outhwaite, Tom Bottomore "The Black Well Dictionary of Twentieth Century Social Thoughts" Uk black Well Publishers, 1993, Pg 202

21۔ طاہر القادری، ڈاکٹر، "حسن اخلاق۔ سلوک تصوف کی ترتیب کی عملی ہدایات"، لاہور، منہاج القرآن پبلی کیشنز، اکتوبر 2010، ص13

22۔ واصف علی واصف، "وضاحت" مشمولہ: "حرف، حرف حقیقت"، لاہور، کاشف پبلی کیشنز، 1994، ص50

23۔ جاوید اقبال ندیم "اہل مسکویہ کا فلسفہ اخلاق اور اس امام غزالی اور دوانی پر اثر" لاہور، معراج پرنٹنگ پریس، 1993، ص50

24۔ نورالحسن خان، "غزالی کا تصور اخلاق" لاہور، المکتبہ علیہ، س ن، ص184

25۔ یوسف شیدائی، پروفیسر، "مطالعہ اخلاقیات" لاہور، عزیز پبلشرز، 1984، ص28

26۔ ولیم للّی، "تعارف اخلاقیات" مترجم: سید محمد احمد سعید، کراچی، فضل سنز، 1982، ص7

27۔ بشیر احمد ڈار، "حکمائے قدیم کا فلسفہ اخلاق" لاہور، مکتبہ جدید پریس، 1995، ص251

28۔ محمد حفیظ الرحمن، سیوہاری مولانا، "اخلاق اور فلسفہ اخلاق" لاہور، مکتبہ رحمانیہ، مارچ 1976، ص2

29۔ ابصار احمد، ڈاکٹر، فلسفہ اخلاق۔۔۔ چند مغربی مفکرین کے نظریات، لاہور سنگ میل پبلی کیشنز، 1989، ص67

30۔ ول ڈیورنیٹ، "نشاط فلسفہ" مترجم: محمد اجمل، لاہور، مکتبہ خاور، جون 1966، ص149

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.3 2023

31۔ایڈورڈپول لیکی،"تاریخ اخلاق یورتپ"مترجم: عبدالماجد دریا آبادی، کراچی، سٹی بک پوائنٹ،2006،ص9
32۔جان ہاسپرس،"ابتدائی فلسفہ "مترجم: سلطان علی شیدا،ڈاکٹر،لاہور، نگارشات میاں چیمبرز،1998،ص556
33۔یوسف شیدائی،پروفیسر،"مطالعہ اخلاقیات"لاہور،عزیز پبلشرز،1984،ص56
34۔جاوید اقبال ندیم"شذرات فلسفہ "لاہور، معراج پریس،اردو بازار،1993،ص73
35۔مورایڈورڈ،جارج،اصول اخلاقیات،مترجم: عبدالقیوم،پروفیسر،لاہور، مجلس ترقی ادب،طباعت دوم، جنوری2011،ص35
36۔مورایڈورڈ،جارج،اصول اخلاقیات،مترجم: عبدالقیوم،پروفیسر،لاہور، مجلس ترقی ادب،طباعت دوم، جنوری2011،ص27
37۔ابصار احمد،ڈاکٹر،"فلسفہ اخلاق۔۔۔چند مغربی مفکرین کی نظر میں"،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،1989،ص29
38۔ڈی۔ڈی۔رافیل،"فلسفہ اکلاق،مترجم: راشکفین،اسلام آباد، قومی اکادمی برائے اعلیٰ تعلیم،س ن،ص9
39۔یوسف شیدائی،پروفیسر،"مطالعہ اخلاقیات"لاہور،عزیز پبلشرز،1984،ص18
40۔جان ہاسپرس،"ابتدائی فلسفہ "مترجم: سلطان علی شیدا،ڈاکٹر،لاہور، نگارشات،1998،ص557
41۔غلام صادق،پروفیسر "اخلاقیات"مشمولہ:"فلسفہ جدید کے خدوخال"،لاہور، نگارشات،1986،ص176
42۔مورایڈورڈ،جارج،اصول اخلاقیات،مترجم: عبدالقیوم،پروفیسر،لاہور، مجلس ترقی ادب،طباعت دوم، جنوری2011،ص40
43۔غلام صادق،پروفیسر "اخلاقیات"مشمولہ:"فلسفہ جدید کے خدوخال"،لاہور، نگارشات،1986،ص176
44۔ڈی۔ڈی۔رافیل،"فلسفہ اکلاق،مترجم: راشکفین،اسلام آباد، قومی اکادمی برائے اعلیٰ تعلیم،س ن،ص11
45۔ڈی۔ڈی۔رافیل،"فلسفہ اکلاق،مترجم: راشکفین،اسلام آباد، قومی اکادمی برائے اعلیٰ تعلیم،س ن،ص12۔11
46۔مولانا حفظ الرحمن سیوہاری،"اخلاق اور فلسفہ اخلاق"لاہور، خالد مقبول پبلشرز،1976،ص16
47۔محمد ذکاءاللہ، شمس العلما مولانا،"محاسن الاخلاق،مرتبہ: محمد رضا،لاہور، مجلس ترقی ادب،1975،ص152
48۔سی۔اے قادر،ڈاکٹر،"کارل مارکس اور اس کی تعلیمات"،تدوین: طارق عزیز،ڈاکٹر،لاہور، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی،اگست 1988،ص83
49۔جان ڈیوی،"اخلاق ذات"مشمولہ"اخلاقی زندگی کا نظریہ"مترجم: میاں عبدالرشید،1964،ص335۔336